بیع کی اقسام اور شرائط

عتیق الرحمان*

لفظ بیع عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مادہ ''ب ی ع'' ہے یہ لفظ قبیل اضداد سے ہے۔ یعنی کلام عرب میں یہ لفظ خرید و فروخت دونوں پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ تاج العروس میں ہے کہ البیع من حروف الاضداد فی کلام العرب[1]

جاہلی شاعر طرفہ کے ذیل کے شعر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ویا تیك با الاخبار من لم تبع له

بتاتاً ولم تضرب له وقت موعد [2]

اس شعر میں ''تبع لہ'' کو ''تشتر لہ'' کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

لغت میں ایک شے سے دوسری شے کے تبادلہ کو ''بیع'' کہا جاتا ہے چاہے مال کا تبادلہ مال سے ہو یا غیر مال سے۔ جیسا کہ عبداللہ بن محمود الموصلی نے بیع کی لغوی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ البیع فی اللغة. مطلق المبادلة، وكذالك الشراء سواء كانت فی مالاوغیرہ۔[3]

جہاں تک بیع کی اصطلاحی تعریف کا تعلق ہے تو مختلف فقہاء نے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ اس کی تعریف اپنے الفاظ میں بیان کی ہے۔ جیسا کہ علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے۔ ''وهی مبادلة شیء مرغوب بشیء مرغوب ''[4] اور صاحب درمختار علاؤالدین حصکفی سے بیع کی تعریف ان الفاظ میں منقول ہے ''وشرعا مبادلة شی مرغوب فيه بمثله علی وجه مفيد ''[5] اور بعض کتب فقہ میں شے مرغوب فیہ کے تبادلہ کے بجائے مبادلۃ المال بالمال کو بیع قرار دیا گیا ہے۔ بیع کی جامع تعریف صاحب الاختیار لتعلیل المختار سے منقول ہے وہ بیع کی تعریف کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

مبادلة المال المتقوم بالمال المتقوم تمليكا وتملكا.[6]

---

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور۔

بعض فقہاء نے بیع کی تعریف میں ''تراضی'' کی قید لگائی ہے کیونکہ یہ قید خود آیت قرآنی سے ثابت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں تجارت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا، **الا ان تکون تجارة عن تراض منکم۔** 7

تراضی کی قید والی تعریفیں فتح القدیر، تبیین الحقائق، کفایہ اور عنایہ وغیرہ جیسی اہم فقہی کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ 8

جہاں تک بیع کی مشروعیت کا تعلق ہے تو یہ قرآن وسنت اور اجماع امت سے جائز ہے۔ یعنی جہاں قرآن وحدیث سے بیع کی اہمیت اور ترغیب پر روشنی پڑتی ہے وہاں خود صحابہ کرام کی غالب اکثریت نے اپنی معاشی کفالت کے لیے تجارت کو ذریعہ بنایا ہوا تھا اہل مکہ اور مہاجرین مکہ تو تھے ہی تاجر۔ 9 اہل مدینہ کی بھی ایک بڑی تعداد تجارت پیشہ تھی۔ ہجرت مدینہ سے قبل مسلمانانِ مکہ تاجر تھے۔ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے تجارت میں مشغول رہنا ہی پسند کیا۔ ادھر امت مسلمہ کا بیع پر تسلسل سے تعامل جاری ہے کیونکہ یہ معاشرے کی ناگزیر ضرورت ہے۔ اور اس کے بغیر انسانی زندگی محال ہو جائے گی۔

بیع کی اقسام

فقہاء کی اصطلاح میں بیع کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے۔ ایک معنی خاص کہ سونے یا چاندی وغیرہ نقدی سے کسی معین شے کو فروخت کر دیا جائے اگر ''بیع'' کا مطلق لفظ بولا جائے تو اس کا معنی سوا اس کے اور کچھ نہیں ہوتے۔ دوسرے معنی عام ہیں۔ اس کی بارہ اقسام ہیں ان کی تفصیل یہ ہے کہ بیع کے مفہوم کو پیش نظر رکھا جائے تو اس کے معنی مال کے عوض مال کا تبادلہ ہے یا فروخت شدہ شے کے لحاظ سے دیکھا جائے جن کا تعلق بیع سے ہے یا پھر قیمت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ان تینوں کی مزید اقسام ہیں۔ صاحب بدائع نے بیع کی اقسام کو نہایت مرتب انداز سے بیان کیا ہے بدائع الصنائع میں ہے۔

''البیع فی القسمة الاولی ینقسم قسمین قسم یرجع الی البدل وقسم یرجع الی الحکم/الذی یرجع الی البدل فیقسم قسمین آخرین احد هما یرجع الی

البدلين والاخر يرجع الى احدهما وهو الثمن. البيع فى حق الحكم لا يخلوا اما ان يكون صحيحاً واما ان يكون فاسد واما ان يكون باطلاً واما ان يكون وقوفاً". [10]

یعنی بیع کو بنیادی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک تقسیم بدل کی طرف اور دوسری حکم کی طرف لوٹتی ہے۔ جو تقسیم اس کے بدل یعنی معاوضہ کی طرف لوٹتی ہے اس کی مزید دو اقسام ہیں ان میں سے ایک دونوں طرف کے معاوضہ کی طرف لوٹتی ہے اور دوسری ان میں سے ایک یعنی قیمت کی طرف راجع ہے اور حکم کے حق میں بیع یا تو صحیح ہوگی یا پھر فاسد ہوگی نیز یا تو باطل ہوگی یا پھر موقوف ہوگی۔

پہلی قسم یعنی جو دونوں طرف کے معاوضہ پر مشتمل ہے چار اقسام میں منقسم ہے۔[11]

بیع العین بالعین: یہ ایک معین شے کا دوسری معین شے سے تبادلہ ہے۔ یہ سامان کا سامان سے تبادلہ ہے۔ اسے بیع المقایضۃ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے۔

"وهو بيع السلع بالسلع ويسمى بيع المقايضة. [12]

اورمجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے۔

"ان بيع المقايضة هو بيع العين بالعين اى مبادلة مال بمال غير النمقدين". [13]

بیع العین بالدین: اسے بیع مطلق بھی کہتے ہیں اور اس کے بارے میں صاحب البدائع لکھتے ہیں۔

"وهو بيع السلع بالاثمان المطلقة". [14]

یعنی مطلق زرِ ثمن کے بدلے میں سامان کی فروخت بیع مطلق ہوگی اور یہاں زرِ ثمن سے مراد درہم ودینار اور ان کی کھوٹے اور کم قیمت سکوں، کسی کے ذمہ کیلی یا وزنی موصوف یا عددی متقارب کے عوض فروخت ہے۔[15]

بیع الدین بالعین: اس کا نام سلم بھی ہے۔ بیع سلم وہ بیع ہے جس میں مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے ثمن دیا جائے اور ادائے مبیع کے واسطے بطور مہلت مدت متعین کر دی جائے۔ بیع سلم کی مشروعیت

قرآن وسنت سے ثابت ہے، سلم کو سلف کا نام بھی دیا جاتا ہے۔[16] اصطلاح فقہاء میں اس کی مختصر تعریف یہ ہے "بیع آجل بعاجل"۔[17] یعنی ایک موجل چیز کی ایک معجّل قیمت کے عوض بیع کرنا۔ مثلاً ا نے ب سے کہا کہ فصل پکنے کو تیار ہے مجھے دس من گندم کی ضرورت ہے۔ میں دس من گندم کی قیمت آج دینے کو تیار ہوں ب نے رضامندی ظاہر کی اور گندم کی قیمت اسی وقت وصول کر لی۔ گندم تیار ہونے پر ادا کی جائے گی۔ بعض فقہاء نے اس کی تعریف اس طرح کی۔

"السلم نوع بیع یتعجل فیه الثمن".[18]

یعنی بیع کی ایسی قسم جس میں قیمت فی الحال ادا کی جاتی ہے اور مبیع بعد میں حاصل ہوتا ہے۔ مجلہ الاحکام العدلیہ میں ہے۔

"وهو مبادلة الدین بالعین اوبیع شئی موجل بثمن معجل".[19]

یعنی ایسی بیع جس میں غیر حاضر مبیع کی قیمت پیشگی وصول کی جاتی ہے اور شافعیہ کہتے ہیں کہ

"عقد علی موصوف فی الذمة موجل بثمن مقبوض فی مجلس العقد".[20]

یعنی اس قسم بیع میں قیمت کو مجلس عقد میں ادا کر دیا جاتا ہے اور معقود علیہ چیز کو بعد میں ادا کیا جاتا ہے۔

مالکیہ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

"بیع یتقدم فیه راس المال ویتاخر المثمن لاجل".[21]

یعنی یہ ایسی بیع ہے جس میں راس المال میں پہل کی جاتی ہے یعنی قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اور مبیع یا چیز بعد میں ادا کی جاتی ہے۔

جہاں تک اس کی مشروعیت کا تعلق ہے تو قرآن وسنت سے اس کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بخدا حق تعالیٰ نے سلف کو حلال فرمایا۔ بیع سلم کی مشروعیت بارشاد ربانی ثابت ہے۔

"یا یها الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوه".[22]

رسول اللہ ﷺ نے ایسی چیزیں فروخت کرنے سے منع فرمایا جو انسان کے پاس نہ ہوں

لیکن سلم میں اجازت فرمائی۔اہل مدینہ نبی کریم ﷺ کے آنے سے پہلے کھجوروں میں یہ بیع کرتے تھے تو آپ نے اس کو باقی رکھا۔ابن عباس اس کی صورت کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

"عن رسول الله انه قدم المدينة والناس يسلفون فى التمر السنتين والثلاث فقال عليه الصلاة والسلام.(من اسلف فى فليسلف فى كيل معلوم ووزن معلوم الى اجل معلوم". ۲۳ے

جامع الاصول میں ہے کہ ائمہ ستہ نے اس حدیث کو ابن عباس سے نقل فرمایا ہے۔

سلم مشروع ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ناپ تول اور مدت مقرر ہو تا کہ کسی اختلاف کی بنیاد پر جھگڑا پیدا نہ ہونے پائے جیسے کہ احمد جرجانی سلم کی مشروعیت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ومنها ان يكون اجل اتسليم معلوماًومنها ان يكون معيناً ومقدوراً بالوزن اوالكيل منعاً للخصام والمنازعات". ۲۴ے

مندرجہ بالا عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ سلم قرآن وسنت سے ثابت ہے اور جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو اہل علم نے اس کے جواز پر اتفاق کیا ہے کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے لوگوں کے لیے آسانی پیدا ہوتی ہے۔المدخل الفقہ الاسلامی میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا گیا ہے کہ

"وقد استثنى عقد السلم من قاعدة عدم جواز بيع المعدوم،لمافيه من تحقيق مصلحة اقتصادية،ترخيصاً للناس وتيسيراً عليهم". ۲۵ے

اور نیل الاوطار میں ہے کہ تمام علماء فقہ اس کی مشروعیت پر متفق ہیں سوائے ان حضرات کے جنھوں نے ابن المسیب سے روایت کی ہے۔ان حضرات کو بیع السلم کے بعض شرائط میں اختلاف ہے۔۲۶ے تاہم فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شرائط بیع میں ہیں وہی شرائط سلم میں ہیں۔

اگرچہ قیاس اس کے جواز کے خلاف ہے لیکن حضرات فقہاء نے قیاس کو بمقابلہ حدیث مذکور ترک کر دیا ہے اور وجہ قیاس یہ ہے کہ سلم میں بیع معدوم ہے۔اور بیع معدوم بحکم حدیث ممنوع ہے اور یہی قیاس اس واسطے متروک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پھلوں میں بیع

سلف کرنا چاہے تو چاہیے کہ پیمانہ معلوم اور وزن معلوم میں میعاد معلوم تک سلف کرے۔ ۲۷

بیع الدین بالدین: اس کا نام بیع الصرف بھی ہے۔ جیسے بدائع الصنائع میں ہے۔ وبیع الدین بالدین وھو الصرف ۔۲۸ اگر نقدی کی فروخت نقدی سے کی جائے تو اسے صرف کہتے ہیں کیونکہ صرف کے معنی نقدی یعنی سونے چاندی کو اسی جیسی چیز سے فروخت کرنے کے ہیں۔ جیسے کہ مصباح المنیر اور لسان العرب میں ہے۔

"قال ابن فارس الصرف فضل الدراھم علی الدراھم ،والدینار علی الدنیار". ۲۹

اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"بانہ بیع الثمن بالثمن ،فیشمل بیع الذھب بالذھب و الفضة بالفضة کما یشمل بیع الذھب بالفضة والمراد بالثمن ماخلق للثمنیة". ۳۰

اور بنایہ میں عینی نے کہا ہے۔

"بیع الدین بالدین ،وھو بیع الثمن المطلق بالثمن المطلق کبیع الدراھم والدنانیر ،وھو بیع الصرف". ۳۱

اور شافعیہ نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

"ھو بیع التفد بالتفد من جنسہ وغیرہ". ۳۲

جبکہ مالکیہ نے صرف اور مراطلہ میں نقدی کی انواع کی بنیاد پر فرق کیا ہے۔ انہوں نے کہا

"الصرف ھو بیع النقد بالنقد مغایر لنوعہ،واما المراطلہ فھی بیع النقد بنقد من نوعہ. ۳۳

یہ جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اموال ربویہ کی تجارت کو جائز قرار دیا اور اس کی اباحت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ کاسانی نے لکھا "لان النبی اجاز بیع الاموال الربویہ بعضھا عند اتحاد الجنس مع المماثلہ اوعند اختلاف الجنس ولو مع التفاضل بان کان یداً بیداً"۔ لہذا معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اموال ربویہ کی تجارت کو جائز قرار دیا

البتہ جدائی سے پہلے دونوں عوض پر قبضہ لازم ہے۔

اس موقف کو قوانین احکام الشرعیہ میں مزید یوں واضح کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ بیع صرف میں ادھار مطلقاً حرام ہے چاہے سونے کی بیع چاندی کے عوض ہو یا سونے کی بیع سونے کے عوض اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض ہو، سونا چاندی خواہ زیور کی صورت میں ہو یا برتن کی یا درہم و دینا کی شکل میں، ان سب میں بوقت تبادلہ تاخیر ناجائز ہے بلکہ یہ لازم ہے کہ یہ تبادلہ دست بدست ہو اور قبضہ فوری ہو قبل از افتراق مجلس ہو۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ہے۔ ۳۴ؔ

دونوں عوضوں کا وزن میں برابر ہونا شرط ہے۔ عدم تاجیل اور عدم خیار بھی شرط ہے۔ تقابض اور تماثل اس صورت میں بھی شرط ہے کہ اگر دونوں عوض ایک جنس ہوں مگر عمدگی اور صفت زرگری میں مختلف ہوں کیونکہ جید اور ردی مال ربوا میں دونوں برابر ہیں۔ بدلین ہم جنس ہونے کی صورت میں کمی بیشی اور ادھار حرام ہے۔ کیونکہ بذل المجہود میں ہے۔

"عن عمر قال قال رسول اللہ الذہب بالفضۃ رباً الاھا وھا... معناہ مقبوضین وما خوذین فی المجلس قبل التفرق بان یقول احدہما خذہا ویقول الآخر مثلہ". ۳۵ؔ

یعنی حضرت عمر کے نزدیک ھاوھا کے معنی مجلس میں باہم قبضہ کرنے اور حاصل کرنے کے ہیں وگرنہ سونا چاندی کے عوض ربا ہوگا۔

رہی وہ بیع جو دونوں اشیاء میں سے ایک یعنی بدل (معاوضہ) کی طرف لوٹتی ہے تو وہ پانچ اقسام کی ہے یعنی یہ اقسام قیمت کے اعتبار سے ہیں۔

بیع المساومۃ

ثمن کے اعتبار سے کاروبار کی ایک قسم مساومہ بھی ہے۔ اس بیع میں بائع اور مشتری کے درمیان بھاؤ تاؤ کرنے کے بعد ایک قیمت مقرر کر لی جاتی ہے۔ اس میں بائع اپنی قیمت خرید کا اظہار نہیں کرتا جیسے کہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

"وھی البیع بای ثمن کان من غیر نظر الی الثمن الاول وھی

المعتادة".٣٦ے

اورالبدائع میں ہے۔"وهو مبادلة المبيع باى ثمن اتفق".٣٧ے

یعنی اس بیع میں مبیع کو اس قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو جائے اور اس میں اصل قیمت کا ذکر کیے بغیر جو قیمت بھی فریقین میں رضامندی سے طے ہو جائے وہی ثمن قرار پائے گی۔ ثمن وہ ہے جس پر لین دین کرنے والے دونوں راضی ہو جائیں خواہ بازاری قیمت سے زیادہ ہو یا اس سے کم ہو۔ قیمت وہ ہے جو قیمت لگانے والوں نے لگائی ہو جیسا کہ کسی چیز کو ترازو پر تول کر کسی پیمانے پر ماپ کر اندازہ لگایا جاتا ہے بغیر کمی بیشی کے۔٣٨ے

یعنی ثمن بائع اور مشتری کی باہمی رضامندی سے طے کی جاتی ہے اور قیمت بازاری معیار کے مطابق ٹھیک ٹھیک اندازہ لگا کر متعین کی جاتی ہے۔ المختصر قیمتِ خرید کو نظر انداز کر کے مال بیچ دیا گیا تو یہ بیع مساومہ ہے یعنی ایسا سودا جو قیمتِ خرید کو پس پشت ڈال کر کیا جائے وہ مساومہ ہوگا۔

مرابحہ:

مرابحہ بھی بیع کی اقسام میں سے ایک خاص قسم ہے جس میں بیچنے والا شخص بیچی جانے والی چیز کی لاگت یا قیمت خرید صراحتاً بیان کرتا ہے اور اس میں کچھ شامل کر کے دوسرے شخص کو بیچتا ہے۔ یعنی اگر کسی چیز کا ثمن سابق سے بشمول نفع زیادہ قرار دیا جائے تو اس کو بیع مرابحہ کہا جائے گا۔ اس میں مشتری ایک چیز باقاعدہ معاہدہ تجارت کے ذریعے خریدتا ہے پھر قیمت اول پر کچھ نفع مقرر کر کے اسے آگے کسی دوسرے مشتری کو فروخت کرتا ہے۔

یہ بیع شرعاً جائز ہے کیونکہ بیع کے بارے میں حکم خداوندی ہے۔ **وابتغوا من فضل الله**۔ چنانچہ مرابحہ بھی اس بیع میں سے ہے۔ یہ بیع حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق نے دو اونٹ خریدے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک مجھے دے دو تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا یہ آپ کے واسطے بغیر دام ہے۔ لیکن آپ نے بقیمت قبول کرنا چاہا۔ معلوم ہوا کہ اگر یہ بیوع مرابحہ اور تولیہ جائز نہ ہوتیں تو رسول اللہ ﷺ اس بیع کا مطالبہ ہی نہ فرماتے۔ نیز ہر زمانے میں تمام لوگوں کا اس قسم کی

بیوع پر تواتر سے عمل رہا ہے۔ کسی نے اس پر نکیر نہیں کی اور اس پر فقہاء کا اجماع بھی ہے۔ ۳۹؎

بیع مرابحہ کی ضرورت اور اہمیت پر احمد جرجانی نے یوں روشنی ڈالی ہے۔

"الحکمة فی مشروعیة المرابحة عظیمة لان بهاتسهیل الارتزاق للناس وهی داعیة الی وجوب الاتصاف بالا مانة. وذالك ان الانسان ربما کان علی شئی من الغباوة والجهل او البساطة فلا یدری قیمة السلعة التی یرید مشتراها من الاخر الذی لا یقبل الازیادة علی ثمنها الاصلی لقصد الربح حتی یستعین به علی معاشه من اجل ذالك شرعت المرابحة. واذا صرف صاحب السلعة علیها مصاریف بضیف هذه المصاریف علی اصل الثمن ویقول قامت علی بکذااو اطلب منك ربما من المال قدره کذا. ولا یخفی علی کل عاقل فائدة هذه المرابحة علی بنی لا نسان". ۴۰؎

اس کی تعریف علامہ کاسانی نے یوں کی ہے۔

"وهو مبادلة المبیع بمثل الثمن الاول وزیادة ربح". ۴۱؎

یعنی یہ ایسی بیع ہے جس میں بیچی جانے والی چیز کی قیمت خرید یا لاگت پر کچھ منافع لے کر اسے فروخت کیا جائے اور اس کی صورت القوانین الفقہیہ میں بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ

"هی ان یعرف صاحب السلعة المشتری بکم اشتراها، ویاخذ منه ربحاً اما علی الجملة مثل ان یقول اشتریتها بعشرة وتربحنی دیناراً اودینار ین واما علی التفصیل وهو ان یقول تربحنی درهما لکل دینار، اونحوه، ای اما بمقدار مقطوع محدد، واما بنسبة عشریة". ۴۲؎

یعنی مرابحہ میں نفع کا تعین باہمی رضامندی سے دو طریقوں میں سے کسی طریقے سے کیا جا سکتا ہے یا تو لگی بندھی مقدار طے کر لی جاتی ہے۔ مثلاً اصل لاگت پر اتنے روپے زائد یا اصل لاگت پر خاص تناسب طے کر لیا جائے یعنی اصل لاگت پر اتنے فیصد زائد۔ مرابحہ اسی صورت میں صحیح ہوگا جب چیز کی پوری لاگت متعین کی جا سکتی ہو، اگر چیز کی پوری لاگت متعین نہ کی جا سکتی ہو تو اسے

مرابحہ کے طور پر نہیں بیچا جاسکتا۔ اس صورت میں وہ چیز مساومۃ کی بنیاد پر ہی بیچی جا سکتی ہے یعنی لاگت اور اس پر طے شدہ نفع کے حوالے کے بغیر۔ اس صورت میں قیمت باہمی رضامندی سے ایک متعین مقدار میں طے کی جائے گی۔[۴۳]

التولیۃ

یہ وہ بیع ہے کہ مشتری نے جتنے میں کوئی چیز خریدی ہے اتنے میں ہی مع اصلی خرچہ کے بغیر نفع کے آگے فروخت کر دے۔ یعنی یہ وہ بیع ہے جو بلا نفع اور نقصان قرار پاتی ہے۔

الاختیار لتعلیل المختار میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"التولیة بیع بالثمن الاول".[۴۴]

یہ بیع شرعاً جائز ہے۔[۴۵]

نبی کریم ﷺ نے اس بیع کو جائز قرار دیا۔ امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل فرمایا۔

"ان النبی لما اراد الهجرة ،ابتاع ابو بکر بعیرین ،فقال له النبی ولّنی احدهما،فقال هو لك بغیر شئی ،فقال علیه الصلاة و السلام اما بغیر ثمن فلا".

یہ حدیث بیع التولیۃ کی مشروعیت پر دلیل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خود یہ بیع کرنا چاہی۔ نبی کریم ﷺ کے ولنی احدهما کہنے سے مراد یہی تھا کہ آپ مجھے تولیۃ پہلی قیمت یعنی اپنی قیمت خرید پر ہی یہ بیچ دیں۔[۴۶] اس طرح ایک حدیث حضرت سعید بن المسیب سے بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تولیۃ اور اقالہ جواز میں برابر ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"التولیة و الاقالة سواء لا باس به".[۴۷]

اس قسم کی بیع کی ضرورت بھی ہے کیونکہ غبی آدمی جس کو خرید و فروخت کا ڈھنگ نہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ہوشیار اور معتمد پر اعتماد کرے۔ اور اس کا دل اس سے پوری طرح مطمئن ہو کہ جتنے میں اس نے خریدا اس کے مثل وہ لے لے۔ تولیۃ کے جواز پر فقہاء کا اتفاق ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

"والحاجة الى هذاالنوع من البيع لان الغبى الذى لا يهتدى فى التجارة يحتاج الى ان يعتمد فعل الذكى المهتدى تطيب نفسة بمثل مااشترى فوجب القول بجوازها". ۴۸ؕ

اشراک

یہ بیع التولیۃ کی ہی ایک قسم ہے جس میں چیز کو بغیر منافع اور نقصان کے ہی فروخت کر دیا جاتا ہے مگر اس میں مبیع کا کچھ حصہ یا مقدار قیمت خرید کے کچھ حصہ کے بدلے فروخت کیا جاتا ہے اور چیز یعنی مبیع اور قیمت خرید کو حصوں میں تقسیم کرتے وقت دونوں کے باہمی تناسب کا خیال رکھا جاتا ہے۔ جیسے کہ بدائع الصنائع میں ہے۔

"واما الاشراك انه تولية حقيقة لكنه تولية بعض المبيع ببعض الثمن". ۴۹ؕ

وضیعہ

اس میں مال کے فروخت کرتے وقت یہ دیکھا جاتا ہے کہ ابتداء میں جو سودا کیا گیا وہ کتنے میں ہوا تھا پھر اگر اس سے کم پر بیچا تو ہو بیع الوضیعہ یا بیع المواضعہ ہے۔ یعنی سابقہ قیمت پر مقررہ نقصان کے ساتھ کسی شے کو فروخت کر دیا جائے تو یہ بیع الوضیعہ ہوگی۔ جیسے کہ امام کاسانی فرماتے ہیں۔

"واما المواضعة فهى بيع بمثل الثمن الاول مع نقصان شئى معلوم منه". ۵۰ؕ

بیع کی شرائط

شرط کے لغوی معنی "الزام الشئی والتزامہ" ۵۱ؕ کسی چیز کو لازم ٹھہرانا اور لازم پکڑنا کے ہیں شرط بھی کسی چیز کا لازمی حصہ ہی ہوتی ہے بلکہ کسی چیز کا وجود ہی شرط پر منحصر ہوتا ہے۔ الفیومی نے مصباح المنیر میں لکھا ہے کہ

"الشروط ما يتوقف عليه صحة الاركان". ۵۲ؕ شرائط پر ارکان کی صحت کا انحصار ہوتا ہے۔

ردالمختار میں شرط کی تعریف مذکور ہے کہ

"ما یتوقف علیه الشئی ویکون خارجا عن ماهیته". ۵۳؎

جس پر کسی چیز کا وجود موقوف ہو لیکن وہ چیز اس کا حقیقی یا داخلی جز نہ ہو۔

علامہ بدرالدین زرکشی کے نزدیک شرط کی تعریف یہ ہے۔

"الشرط ما یلزم من عدمه العدم، ولا یلزم من وجوده وجودو لا عدم لزاته". ۵۴؎

شرط وہ ہے کہ جس کی عدم موجودگی سے اس پر منحصر چیز کا عدم لازم آتا ہے اور اس شرط کے وجود میں آنے سے اصل چیز کا وجود میں آنا لازم نہیں آتا۔ شرط بھی کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے اتنی ہی اہم ہے جتنا کہ رکن۔ شرط اگر چہ اس چیز کا داخلی جزو نہیں ہوتی لیکن اس چیز کا وجود شرط پر موقوف ہوتا ہے۔ رکن کی طرح شرائط کو بھی کسی چیز سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے بغیر اصل چیز کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

بیع کی شرط دراصل وہ شرائط ہیں جو بیع کی تکمیل، انعقاد اور بیع پر عمل کرنے کے لیے ممد اور معاون ثابت ہوتی ہیں۔ یہ شرائط بیع کا لازمی جزو شمار کی جاتی ہیں۔

بیع سے متعلق چار قسم کی شرائط ہیں۔

۱۔ شرائط انعقاد ۲۔ شرائط نفاذ

۳۔ شرائط صحت ۴۔ شرائط لزوم

شرائط انعقاد

انعقاد سے مراد

"انضمام کلام احد المتعاقدین الی الاخر علی وجه یظهر اثره فی المحل شرعاً". ۵۵؎

کہ فریقین کے کلام کا آپس میں اس طرح مل جانا کہ مبیع پر اثر ظاہر کر دے۔ ایسی شرائط جو بیع کے انعقاد کے لیے ضروری ہیں بیع کی شرائط انعقاد کہلاتی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو

بیع باطل ہوگی۔ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کے مطابق

"هي ما يشترط تحققه لجعل العقد في ذاته منعقد ا شرعاً والا كان باطلاً". ۵۶

وہ امور کہ جن کا معاہدہ کے شرعی طور پر انعقاد کے لیے پایا جانا مشروط ہے اگر وہ نہ ہوں تو معاہدہ باطل ہو جائے شرائط انعقاد کہلاتے ہیں۔

انعقاد کی شرائط میں سے بعض کا تعلق عاقدین سے ہوتا ہے بعض کا نفس عقد سے اور بعض کا عقد کے محل سے اور بعض کا معقود علیہ سے۔ ۵۷

عاقدین (بائع اور مشتری) سے متعلقہ شرائط

ا)۔ اہلیت

بائع اور مشتری کے لیے معاہدہ کی اہلیت کا ہونا شرط ہے۔ یہ اہلیت تصرف کہلاتی ہے۔اور اس اہلیت کی بنیاد عقل ہے جیسا کہ امام کاسانی کہتے ہیں کہ

"ان يكون عاقلاً فلا ينعقد البيع المجنون والصبى الذى لا يعقل". ۵۸

کہ بائع اور مشتری عاقل ہوں پس مجنون، صغیر سن (صبی غیر ممیز) اس اہلیت کے عدم کے باعث لین دین کے معاہدے کے اہل نہیں۔

احناف نے عاقل یا ممیز کے لیے عمر کی حد سات سال رکھی ہے ایسا بچہ جو کھوٹے اور کھرے کی تمیز رکھتا ہو وہ معاہدہ بیع کرنے کا اہل تصور ہوگا۔ ۵۹ ان کے نزدیک بلوغت شرط نہیں۔البتہ شافعیہ اور حنابلہ نے بلوغت کی شرط بھی عائد کی ہے۔جیسا کہ الاقناع میں ہے۔

"ان يكون العاقد جائز التصرف وهو البالغ الرشيد". ۶۰

(ب)۔ تعداد

عاقدین کے لیے دوسری شرط تعداد کی ہے معاہدہ بیع میں فریقین کم از کم تعداد میں دو ہوں کہ ایک ہی شخص کا دونوں طرف سے ایجاب وقبول کرنا درست نہ ہوگا۔

"العدد في العاقد فلا يصلح الواحد عاقد امن الجانبين في باب البيع". ۶۱

سوائے والد کا جو اپنے چھوٹے بیٹے کا مال اس کی اصل قیمت پر فروخت کرے، یا اتنی قیمت پر جسے لوگ برداشت کرتے ہوں یا اس نے بچے کا مال خود اپنے ہی لیے مذکورہ شرائط کے ساتھ خریدا ہو تو وہ معاہدہ بیع کا ایک ہی فریق ہوگا۔

(2)۔ نفس عقد کی شرائط

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معاہدہ بیع کے انعقاد اور معاہدہ کی درستگی کے لیے ایجاب وقبول میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے اور یہ مطابقت مبیع اور ثمن دونوں میں ہونی چاہیے۔

"ان یکون القبول موافقا للایجاب فان خالفه بان قبل غیر ما اوجبه او بعض ما اوجبه او بغیر ما اوجبه او للبعض ما اوجبه لا ینعقد من غیر ایجاب مبتد اموافقاً". ۶۲

کہ قبول ایجاب کے موافق ہو۔ ایجاب وقبول میں اختلاف نہ ہو۔ ایسا نہ ہو جو ایجاب کیا جائے اس کے علاوہ کسی کو قبول کرے یا ایجاب کے بعض حصے کو قبول کرے یا ایجاب کے بغیر قبول کرے تو یہ ایجاب وقبول میں عدم موافقت کی وجہ سے بیع منعقد نہ ہوگی۔ جیسے ایک شخص دس کتابیں سو روپے میں بیچنے کا ایجاب کرتا ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ میں چھ کتابیں اسی روپے میں خریدتا ہوں تو ایجاب وقبول میں عدم موافقت کی بدولت یہ معاہدہ منعقد نہ ہوگا۔

(3)۔ مکان العقد کی شرط

مکان العقد کی شرط اتحاد المجلس ہے یعنی بائع اور مشتری ایک ہی مجلس میں ہوں۔

"ان کان الایجاب والقبول فی مجلس واحد". ۶۳

اور اگر مجلس میں اختلاف واقع ہو جائے تو معاہدہ منعقد نہیں ہوتا۔ **فان اختلف المجلس لا ینعقد۔ ۶۴**

اگر ایک شخص ایجاب کرتا ہے اور دوسرا شخص مجلس سے کھڑا ہو جائے یا وہیں بیٹھ کر کسی کام میں مشغول ہو جائے یا اپنی جگہ سے ہٹ جائے یا کوئی ایسا فعل کرے جو ایجاب سے اعراض پر دلالت کرتا ہو تو یہ مجلس سے اختلاف واقع ہو جائے گا تو ایجاب باطل ہو جائے گا۔

کتاب الاختیار میں ہے کہ

"وایهما قام قبل القبول بطل الایجاب لانه یدل علی الاعراض".٦٥

اوراب اگر اختلاف مجلس کے بعد ایجاب کو قبول کرے گا ایجاب وقبول میں اتحاد نہ ہونے کی بدولت بیع منعقد نہ ہوگی۔ اگر فریقین ایک مجلس میں موجود نہ ہوں تو خط وکتابت کے ذریعے ایجاب وقبول کرنے میں اتحاد مجلس کا اعتبار اس وقت کیا جائے گا جب غائب فریق کو اطلاع مل جائے اور وہ اس تحریر کے پڑھتے ہی ایجاب کرے۔

(4)۔ معقود علیہ (مبیع) کی شرائط

وہ شے جس کی بیع کی جارہی ہو وہ معقود علیہ یا مبیع کہلاتی ہے۔ مثلاً گاڑی کی خرید وفروخت میں گاڑی معقود علیہ یا مبیع ہے۔ مبیع کی بھی چند ایک شرائط ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا)۔ مبیع کا وجود ہونا

بیع کرتے وقت مبیع کا وجود ہونا شرط ہے۔ کسی ایسی چیز کی بیع کرنا جس کا وجود ہی نہ ہو یا جس کے عدم وجود کا خطرہ ہو تو یہ جائز نہیں۔ امام کاسانی اس بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔

"ان یکون موجود افلا ینعقد بیع المعدوم وماله خطر العدم کبیع نتاج النتاج بان قال بعت ولد ولد هذه الناقة وکذا بیع الحمل".٦٦

پس معدوم کی بیع منعقد نہ ہوگی۔ اور ایسی چیز جس کے عدم کا خطرہ ہو جیسے اونٹنی کے بچے کی بیع یعنی کوئی اس طرح کہے میں اس اونٹنی کے بچے کے بچے کو فروخت کرتا ہوں تو یہ معدوم کی بیع ہے جو کہ ابھی وجود میں ہی نہیں آیا اور اسی طرح حاملہ اونٹنی کی بیع کرنا کہ اس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے تو اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ لیکن فقہاء کرام نے بیع السلم کو اس شرط سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

(ب) مبیع کا مال ہونا

مبیع کا مال ہونا شرائط انعقاد میں سے ہے جیسے کہ بدائع الصنائع میں ہے۔

"ان یکون مالا".٦٧

مال سے مراد وہ چیز کہ جس کی طرف انسان رغبت رکھتا ہو اور وہ چیز نافع بھی ہو۔

ابن عابدین مال کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"المراد بالمال مایمیل الیه الطبع ویمکن ادخاره لوقت الحاجة"۔ ٦٨

مال سے مراد ایسی چیز ہے جس کی طرف انسان طبعاً میلان رکھتا ہو اور ضرورت کے وقت کے لیے اسے ذخیرہ بھی کیا جاسکتا ہو۔ البتہ مال سے مراد مال متقوم ہے یعنی جس سے انتفاع جائز ہو۔

مال المتقوم:"مایمکن ادخاره مع الاباحة"۔ ٦٩

بیع وہی ہوسکتی ہے جو شرعاً مال ہو اور نافع ہو۔ پس شراب اور خنزیر وغیرہ اگرچہ مال ہیں لیکن صرف غیر مسلم کے لیے مال ہیں مسلمانوں کے لیے وہ شرعاً مال نہیں ہیں۔ کیونکہ اس میں نفع نہیں ہے اور شرعاً حرام ہیں انکی بیع جائز نہیں۔ اس طرح حرام جانوروں کا گوشت خریدنا اور بیچنا حرام ہے کیونکہ یہ مال متقوم کی تعریف میں شامل نہیں۔

(ج)۔ مبیع کا ملکیت ہونا:

مبیع کا کسی کی ملکیت ہونا شرط ہے۔

"ان یکون مملوکا لان البیع تملیک"۔ ٧٠

کیونکہ بیع اصل میں ملکیت کا حصول ہے چنانچہ ایسی چیز جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو اس پر معاہدہ نہیں کیا جاسکتا مثلاً دریا کا پانی جو کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتا اس کو فروخت نہیں کیا جاسکتا البتہ اسے برتنوں میں بھر کر لاکر فروخت کیا جائے تو جائز ہے۔

(د)۔ مبیع قابل انتقال ہو

عقد کے وقت مبیع کا دوسرے فریق کے حوالے کرنا ممکن ہو۔

"ان یکون مقدور التسلیم عندالعقد،فان کان معجوزاتسلیم عنه لا ینعقد"۔ ٧١

پس اگر مالک کے پاس مال موجود ہو لیکن اسے آگے منتقل کرنے پر قادر نہ ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ اس کا اصل مقصد مملوکہ چیز دوسرے کے سپرد کرنا ہے تاکہ وہ اس سے انتفاع کرسکے۔ لہذا امام کاسانی فرماتے ہیں کہ ہوا میں پرندے اور پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت جائز نہیں۔ البتہ بیع السلم

کو حدیث کی بناء پر مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کے نزدیک مبیع کا بائع کی ملکیت ہونا شرائط انعقاد سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق شرائط نفاذ سے ہے۔[۲]

شرائط نفاذ

یہ ایسی شرائط ہیں جن پر معاہدہ کا نفاذ موقوف ہوتا ہے یعنی جب یہ شرائط پائی جائیں تو بیع نافذ العمل ہوگی۔ بدائع الصنائع میں ہے۔

"شرط النفاذ وھو مالا یثبت الحکم بدونہ وان کان قدینعقد التصرف بدونہ". [۳]

ایسی شرط کہ جس کے بغیر حکم ثابت ہی نہ ہو اگر چہ اس کے بغیر تصرف منعقد ہو جائے شرط نفاذ کہلاتی ہے۔ بیع کی شرائط نفاذ دو ہیں۔

(۱)۔ ملکیت یا ولایت کا ہونا

معاہدہ کے وقت مبیع کا بائع کی ملکیت ہونا شرط ہے۔ ملکیت یہ ہے کہ **"ان یکون المبیع مملوکا للبائع"** [۴] پس ایسا فرد جو کسی چیز کا مالک نہیں ہے اور وہ عاقد کی طرف سے معاہدہ کرے اسے فضولی کہتے ہیں اور اس معاہدہ کو معاہدہ فضولی کہتے ہیں۔ فضولی (Third Party) کی تعریف یہ ہے۔

"ھو من یتصرف بحق الغیر بدون اذن شرعی". [۵]

وہ جو کسی دوسرے کے حق میں شرعی اذن کے بغیر تصرف کرتا ہے۔ گویا فضولی ایسا شخص ہوتا ہے جو معاہدہ کا فریق تو نہیں ہوتا لیکن فریق کی طرف سے اہلیت تصرف کی بنا پر معاہدہ کر سکتا ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام کاسانی فرماتے ہیں۔

"فلا ینعقد بیع الفضولی لا نعدام الملک والولایۃ لکنہ ینعقد موقوفاً علی اجازۃ المالک". [۶]

جبکہ امام شافعی کا نقطہ نظر ہے کہ جو شخص معاہدہ کر رہا ہو یعنی ایجاب وقبول کر رہا ہو تو وہ مالک

اور مختار ہوگا تو معاہدہ منعقد ہوگا۔لہذا ان کے نزدیک ملک اور ولایت معاہدہ کے انعقاد کی شرط ہے۔ بایں وجہ ان کے نزدیک عقد الفضولی باطل ہے۔ ۷۷

(ب)۔ مبیع میں بائع کے علاوہ کسی دوسرے فرد کا حق نہ ہو۔

بیع کے نفاذ کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ مبیع میں بائع کے علاوہ کسی دوسرے فرد کا حق نہ ہو جیسا کہ الفتاوی الہندیہ میں ہے۔

"ان لا یکون فی المبیع حق الغیر البائع فان کان لا ینفذ". ۷۸

لہذا اگر بیع میں کسی دوسرے شخص کا حق ہو تو معاہدہ موقوف اور غیر نافذ ہوگا مثلاً مرہونہ چیز میں رہن رکھنے والے کا حق ہوتا ہے اس لیے اس کو آگے فروخت نہیں کیا جا سکتا البتہ راہن کی مرضی پر موقوف ہے۔

شرائط صحت

ایسی شرائط جن کی موجودگی سے ایک دُرست بیع وجود میں آتی ہے بیع کی شرائط صحت کہلاتی ہیں ڈاکٹر وہبہ کے بقول "**ھی ما یشترط شرعا لترتیب آثار العقد فان فقدت کان العقد فاسدا**" ۷۹ یہ شرائط شرعی اثر مرتب کرنے کے لیے ضروری ہیں ان میں سے اگر کوئی شرط مفقود ہو تو بیع فاسد ہوگی اور فساد دور کرنے سے بیع درست اور نافذ العمل ہوگی۔

بیع کی شرائط صحت دو قسم کی ہیں۔ ۸۰ ایک عمومی شرائط اور دوسری خصوصی شرائط۔ عمومی شرائط سے مراد ایسی شرائط ہیں جو بیع کی تمام اقسام کو شامل ہیں مثلاً بیع کو جہالت، مجبوری، وقت کی قید، دھوکے، نقصان اور شروط فاسدہ سے خالی ہونا چاہیے بیع کی عمومی شرائط صحت یہ ہوئیں۔

(1)۔ بیع کی صحت کے لیے عاقدین کی رضامندی ضروری شرط ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"**یاایھاالذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم**". ۸۱

چنانچہ اگر عاقد کو مجبور کیا جائے تو احناف کے نزدیک بیع منعقد تو ہو جائے گی لیکن فاسد ہوگی فساد دور کرنے پر بیع درست ہو جائے گی۔ جبکہ جمہور کے نزدیک عاقدین کی رضامندی بیع کی

شرائط انعقاد میں سے ہے۔

"فاما المکرہ فان کان بغیر حق لم یصح بیعه". ۸۲؎

(2)۔ بیع اور ثمن معلوم ہوں ان میں کسی قسم کی جہالت نہ پائی جاتی ہو جو کہ تنازعہ کا باعث بن سکے۔

"ان یکون المبیع معلوماً والثمن معلوماً علماً علی یمنع من المنازعة". ۸۳؎

اگر کسی قسم کی جہالت پائی جائے تو بیع فاسد ہوگی اور یہ جہالت دور کرنے سے بیع درست ہو جائے گی۔

(3)۔ بیع موقتہ نہ ہو کہ مال کا انتقال وقتی نہیں ہوتا اگر بیع میں ایسی شرط پائی جائے تو معاہدہ فاسد ہوگا۔

"ان لا یکون موقتاً فان اقته لم یصح بخلاف الاجارة فان التاقیت شرطها". ۸۴؎

البتہ اجارہ کے معاہدہ میں وقت یا مدت کا تعین کرنا شرط ہے۔

(4)۔ مبیع مقدور التسلیم ہو کہ اس سے بیچنے والے کو ضرور نہ ہو۔

"ان یکون مقدور التسلیم من غیر ضرر یلحق البائع". ۸۵؎

جیسے چارہ وغیرہ فروخت کرے لیکن اس کو کاٹ کر دینے میں مالک کو ضرر پہنچتا ہے اس لیے اگر چارہ کاٹ کر مشتری کے حوالے کرنے کی شرط لگائی جائے تو اس سے بیع فاسد ہوگی۔

(5)۔ بیع فاسد شرائط سے پاک ہو۔

"الخلوء عن الشروط الفاسدة". ۸۶؎

شروط فاسدہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(i)۔ ایسی شرط جس میں دھوکہ دہی کا احتمال پایا جاتا ہو۔ "شرط فی وجوده غرر"۔ ۸۷؎

مثلاً کسی جانور کو اس شرط پر فروخت کرنا کہ یہ حاملہ ہے تو اس میں غرر پایا جاتا ہے۔

(ii)۔ ایسی شرط عائد کرنا جو بیع کے معاہدہ کے متقاضی نہ ہو یا جس سے ایک فریق کا فائدہ زیادہ ہو۔

"شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لا حد يهما". ۸۸

مثلاً کوئی شخص گاڑی فروخت کرتا ہے اور شرط عائد کرتا ہے کہ وہ ایک ماہ تک اسے استعمال میں نہ لائے گا تو یہ شرط فاسد ہے۔

(iii)۔ بیع میں تین دن سے زیادہ یا غیر معینہ مدت کے خیار کی شرط پائی جائے تو ایسی شرط بھی فاسد ہوگی۔ ۸۹

اور بیع کی شرائط صحت میں سے کچھ خصوصی شرائط ہیں جو چند اقسام بیع کو شامل ہیں مثلاً

(1)۔ بیع السلم کی صورت میں مدت کا معلوم اور مقرر ہونا

"معلومية الاجل فى البيع بثمن موجل فيفسد ان كان مجهولا". ۹۰

لہذا اگر مدت مجہول ہو تو اس سے بیع فاسد ہوگی۔ خواہ یہ جہالت فاحشہ ہو جیسے ہوا کا چلنا یا کسی شخص کا وفات پانا وغیرہ یا جہالت متقاربہ ہو جیسے فصل کا کٹنا یا اس کا گاہنا وغیرہ۔

(2)۔ منقولات کی بیع میں بائع کے قبضے کا ہونا ضروری ہے لہذا قبضہ سے قبل اس کی فروخت جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ مبیع کے ہلاک ہونے کی صورت میں فسخ بیع کا امکان موجود ہے جو کہ دھوکہ ہے۔ ۹۱

(3)۔ اموال ربا کی صورت میں دونوں طرف کے معاوضوں میں مماثلت موجود نہ ہو تو بیع فاسد ہوگی اس لیے کہ وہ ربا والی بیع ہوگی اور وہ بیع جس میں سود فاسد ہوتی ہے۔ ۹۲

(4)۔ بیع کا ربا سے خالی ہونا

"الخلوء من شبهة الربا". ۹۳

یعنی بیع کی سود سے مشابہت بھی معاملہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے۔ اور بیع صحیح کے لیے ضروری ہے کہ یہ ہر قسم کے سود سے پاک ہو۔ یعنی کم یا زیادہ سود سے خالی ہو۔

(5)۔ بیع الصرف میں عاقدین کے علیحدہ ہونے سے قبل بدلین پر قبضہ ضروری ہے۔ کیونکہ بیع الصرف میں ادھار درست نہیں۔

(6) بیوع الامانہ یعنی مرابحۃ ،تولیۃ ،اشراک اور وضیعۃ میں ثمن اول کا مشتری ثانی کا علم ہونا چاہیے، کیونکہ ان بیوع کی بنیاد ثمن اول پر ہے۔ اور اس کی جہالت ان بیوع میں فساد کا باعث ہوگی۔ ۹۴

شرائط لزوم

بیع کی شرط لزوم صرف ایک ہی ہے کہ بیع ہر قسم کے خیارات سے پاک ہو جیسے کہ الفتاویٰ الہندیہ میں ہے۔

"واما شرط اللزوم فخلوه عن الخیارات الاربعة المشهورة وغیرها". ۹۵

فریقین میں سے کسی کو معاہدہ کے نافذ کرنے (امضاء العقد) یا معاہدہ کے فسخ کرنے کا حق حاصل ہو تو یہ خیار کہلاتا ہے۔ ۹۶ اور اس طرح یہ معاہدہ غیر لازم یعنی قابل فسخ ہوتا ہے۔ لہذا کسی ایک بھی خیار ہونے کی صورت میں بیع لازم نہ ہوگی، اہم خیارات یہ ہیں۔

(ا)۔ خیار الشرط (شرط کا اختیار کرنا)

خیار شرط کے لغوی معنی شرط کا اختیار کرنا کے ہیں معاہدے کے وقت کسی بھی شرط کا موجود ہونا جو اس معاہدہ سے متعلق ہو خیار الشرط کہلاتا ہے مثلاً خرید وفروخت کا معاہدہ طے ہوگیا مگر خریدتے وقت یہ شرط لگادی کہ میں دو یا تین روز میں تمہیں بتادوں گا کہ اس کو لیتا ہوں یا نہیں یا گھر میں دکھلا کر پھر بتلاتا ہوں تو خریدار کو اس کے پھیر دینے کا اختیار ہے اس کو خیار الشرط کہتے ہیں۔ ۹۷

خیار الشرط کے جواز کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

"ان حبان ابن منقذ بن عمر و انصاری رضی الله عنه کان یغبن فی البیعات فقال له النبی صلی الله علیه وسلم اذا بعت فقل لا خلابة ولی الخیار ثلاثة ایام". ۹۸

حضرت حبان بن منقذ بن عمرو انصاری خرید وفروخت میں دھوکہ کھالیا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ جب تم فروخت کیا کرو تو کہا کرو دھوکہ سے بچنے کے لیے مجھ پر تین دن کا اختیار ہوگا (کہ قبول کروں یا نہ کروں)۔

چنانچہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ خیار الشرط کی مدت تین دن تک ہے، فقہاء احناف کے مطابق آدمی تین دن تک خیار عائد کرسکتا ہے اور خیار الشرط جائز ہے نیز خیار الشرط کے نتیجہ میں بیع غیر لازم اور قابل فسخ ہوگی فریق معاہدہ جس کو خیار حاصل ہو وہ چاہے تو اس معاہدہ کو فسخ بھی کرسکتا ہے اور قبول بھی البتہ وہ معاہدہ کو مدت کے دوران فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے۔

"فیجوز له الفسخ فی مدة الخیار و امضاء العقد". 99

خیار الشرط مقررہ مدت (تین دن) تک کے لیے ہے، جب یہ مدت گزر جائے اور مشتری کی طرف سے قبول یا رد کی اطلاع نہ ملے تو معاہدہ لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ مجلۃ الاحکام العدلیۃ میں ہے کہ

"اذا مضت مدة الخیار ولم یفسخ من له الخیار لزم البیع وتم". 100

فقہاء حنابلہ و مالکیہ کے نزدیک خیار کی مدت تین دن سے زیادہ جس پر فریقین متفق ہوں وہ خیار کی مدت ہوسکتی ہے۔

"والخیار یجوزا کثر من ثلاث...ویجوزا شتراط الخیار ما یتفقان علیه من ا لمدة المعلومة ،قلت مدته او کثرت". 101

(ب)۔ خیار الرویہ (دیکھنے کا اختیار)

مبیع کو دیکھنے کا اختیار خیار الرویہ کہلاتا ہے۔102 اگر بیع ایسے مال پر ہو جو مقام معاہدہ پر موجود نہ ہو تو مشتری کو مبیع کو دیکھنے پر بیع کے باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ

"من اشتری شیئا ولم یره کان له الخیار الی ان یراه،فاذاراٰه ان شا ء قبله وان شاء فسخ البیع،یقال لهذاا الخیار خیار الرویة". 103

خیار الرویہ کے جواز کی دلیل حدیث شریف ہے۔

"من اشتریٰ شیئاً لم یره فهو الغیار اذا راه". 104

کہ جب کوئی چیز کو دیکھے بغیر خرید لے تو اسے دیکھنے پر اس چیز کے رکھنے یا واپس کرنے کا اختیار ہے

لہذا خیار الرویۃ جائز ہے۔

(ج)۔ خیار العیب

خیار العیب یہ ہے کہ

"ھو ان یکون لا حدالعاقدین الحق فی فسخ العقداو امضائه اذا وجد عیب فی احد البدلین،ولم یکن صاحبه عالماً به وقت العقد. ۱۰۵

یعنی معاہدہ کے وقت اگر چہ وہ عیب عاقدین کے علم میں نہ ہو پھر بھی مبیع یا بدل میں کسی عیب کے ظاہر ہونے پر وہ معاہدہ فسخ کرنے کا حق رکھتے ہیں فریقین معاہدہ کو بدلین میں سے کسی ایک میں بھی کسی عیب یا نقص کے ظاہر ہونے پر معاہدہ کے باقی رکھنے یا اس کو فسخ کرنے کا حق خیار العیب کہلاتا ہے۔ابن عابدین فرماتے ہیں۔

"ان الاصل فی العقد اللزوم من الطرفین ،ولا یثبت لا حدھما اختیار الامضاء او الفسخ".

معاہدہ بیع کی اصل یہ ہے کہ وہ طرفین کی طرف سے لازم ہوتا ہے کہ اس کا اصل مقصد حاصل ہو سکے لیکن یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک دونوں میں سے کسی ایک کے پاس معاہدہ نافذ کرنے یا توڑنے کا اختیار باقی رہتا ہے لہذا معاہدہ کے لازم ہونے کے لیے شرط ہے کہ معاہدہ تمام خیارات سے پاک ہوتا کہ کسی بھی فریق کو معاہدہ کے فسخ کرنے کا حق حاصل نہ ہو۔

معاہدہ بیع کی مذکورہ بالا شرائط انعقاد، نفاذ، صحت ولزوم جب پوری ہو جائیں تو معاہدہ صحیح اور لازم ہو جاتا ہے فریقین میں سے کسی کو اس معاہدہ سے انکار کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔

حوالہ جات

۱۔ الزبیدی المصطفی ،تاج العروس، ج:۱۱،ص:۳۳

۲۔ معلقہ طرفہ بن العبد: رقم البیت ۱۱۶،ص:۳۵

۳۔ عبداللہ الموصلی الاختیار لتعلیل المختار: ج ۲،ص ۳

۴۔ الکاسانی، بدائع الصنائع: ج ۶،ص:۱۹۹

۵۔ درمختار: ج ۴،ص:۵۰۲

۶۔ الاختیار لتعلیل المختار: ج ۲،ص:۳

۷۔ النساء:۲۹

۸۔ تبیین الحقائق: ج ۴،ص ۲،۔ فتح القدیر،
ج ۵ ص ۴۵۵۔ عنایہ: ج ۵، ۴۵۵، ۴۵۴۔ کفایہ: ج ۵،ص ۴۵۴

۹۔ سورۃ القریش

۱۰۔ بدائع الصنائع: ج ۵،ص:۳۴۵

۱۱۔ الفتاویٰ الہندیہ: ج ۳،۔ بدائع الصنائع: ج ۵،ص:۲۰۱۔ معدن
الحائق: ج ۲،ص ۷۔ اللباب: ج ۲،ص:۴۷

۱۲۔ بدائع الصنائع: ج ۵،ص:۲۰۱

۱۳۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ؛ مادہ ۱۲۲

۱۴۔ بدائع الصنائع: ج ۵،ص:۲۰۱

۱۵۔ بدائع الصنائع: ج ۵،ص:۲۰۱

۱۶۔ شمس الدین السرخی، المبسوط،: ج ۱۲،ص ۱۲۴

۱۷۔ ملتقی الابحر؛ ص:۱۵۱۔ اللباب فی شرح الکتاب: ج ۲،ص:۴۲

۱۸۔ المرغینانی، الہدایہ: ص:۲۹۹

۱۹۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ: مادۃ ۱۲۳

۲۰۔ البہوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع: ج ۳، ص: ۲۸۸

۲۱۔ ابوالفرج عبدالرحمٰن، الشرح الکبیر: ج ۳، ص ۱۹۵

۲۲۔ النسفی، ابوالبرکات، مدارک التنزیل: ج ۱، ص: ۱۰۹

۲۳۔ ابن الاثیر، جامع الاصول: ج ۱، ص: ۵۷۳۔ جمال الدین، نصب الرایہ: ج ۴، ص: ۴۶۔ السمرقندی، تحفۃ الفقہاء: ج ۲، ص ۴

۲۴۔ الجرجاوی، حکمۃ التشریع وفلسفۃ: ج ۲، ص: ۱۱۹

۲۵۔ مدخل الفقہ الاسلامی: ص: ۲۶

۲۶۔ الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار: ج ۵، ص: ۳۲۰

۲۷۔ سید امیر علی، عین الہدایہ (اردو شرح ہدایہ): ج ۳، ص: ۱۵۰

۲۸۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص ۲۰۱

۲۹۔ لسان العرب: ج ۷، ص ۳۲۹

۳۰۔ درالمختار: ج ٦، ص: ۲۵۷۔ فتح لقدیر: ج ٦، ص ۲۵۸۔ بن قدامہ، المغنی: ج ٦، ص ۵۵۔ مغنی المحتاج: ج ۲، ص: ۲۵

۳۱۔ العینی، البنایہ فی شرح الہدایہ: ج ۷، ص ۵

۳۲۔ مغنی المحتاج: ج ۲، ص: ۲۵

۳۳۔ حاشیہ الدسوقی: ج ۳، ص: ۲

۳۴۔ قوانین احکام الشرعیہ: ص: ۲۷۵

۳۵۔ شیخ خلیل احمد سہارن پوری، بذل المجہود: ج ۱۵، ص ۳

۳۶۔ حاشیہ ردالمختار: ج ۵، ص: ۱۳۲

۳۷۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۲۰۱

۳۸۔ فتاویٰ شامی: ج ۴۵، ص ۴

۳۹۔ ظفر احمد عثمانی، اعلاء السنن: ج ۱۴، ص: ۲۱۷، ۲۱۸

۴۰۔ حکمۃ التشریع وفلسفۃ: ج ۲، ص: ۱۶۱

۴۱۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص ۲۰۱

۴۲۔ ابن جزی، محمد بن احمد، القوانین الفقہیہ: ص ۱۹۷

۴۳۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں: ص: ۱۰۶

۴۴۔ الاختیار لتعلیل المختار: ج ۲، ص: ۲۸

۴۵۔ الدردیر، احمد بن محمد، الشرح الصغیر: ج ۳، ص ۲۱۱

۴۶۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: ص: ۳۷۶۶

۴۷۔ نصب الرایہ: ج ۴، ص: ۶۳

۴۸۔ فتح القدیر: ج ۶، ص: ۱۲۳

۴۹۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۳۳۵

۵۰۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۳۳۸

۵۱۔ لسان العرب: ج ۷، ص: ۸۲

۵۲۔ الفیومی، احمد بن محمد، مصباح المنیر: ج ۱، ص: ۱۲۷

۵۳۔ فتاویٰ شامی؛ باب شروط الصلوۃ

۵۴۔ الزرکشی، البحر المحیط فی اصول الفقہ: ج ۳، ص: ۳۲۷

۵۵۔ بنایۃ: ج ۷، ص: ۸

۵۶۔ الفقہ الاسلامی والتہ: ص: ۳۰۷۷

۵۷۔ فتاوی شامی: ج ۴، ص: ۵۰۴

۵۸۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۲۰۱

۵۹۔ الآبی، صالح عبد السمیع، جواہر الاکلیل: ج ۱، ص: ۲۲

۶۰۔ الحجاوی، موسیٰ بن احمد، الاقناع، ج ۲، ص: ۱۵۵

۶۱۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص ۲۰۳

۶۲۔ فتاوی شامی: ج ۴، ص ۵۰۵

۶۳۔ فتح القدیر: ج ۵، ص: ۴۶۱

۶۴۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۲۰۴

۶۵۔ الاختیار لتعلیل المختار: ج ۲، ص ۴

۶۶۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۲۰۷

۶۷۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص ۲۱۰

۶۸۔ فتاوی شامی: ج ۴، ص ۵۰۱

۶۹۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ: مادہ ۱۲۷

۷۰۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۲۱۷

۷۱۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۲۱۹

۷۲۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: ص ۳۳۲۱

۷۳۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص ۲۰۱

۷۴۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۲۲۱

۷۵۔ ایضاً

۷۶۔ ایضاً

۷۷۔ المجموع شرح المہذب: ج ۹، ص: ۲۴۶

۷۸۔ الفتاوی الہندیہ: ج ۳، ص ۴

۷۹۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: ص: ۳۰۷۹

۸۰۔ حاشیہ ابن عابدین: ج ۴، ص ۵۰۵

۸۱۔ النساء: ۲۹

۸۲۔ المجموع شرح المذہب: ج ۹، ص ۱۵۰

۸۳۔ البحر الرائق: ج ۵، ص ۴۳۶
۸۴۔ ایضاً
۸۵۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۲۴۹
۸۶۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص: ۲۵۱
۸۷۔ الفتاوی الہندیہ: ج ۳، ص ۴
۸۸۔ البحر الرائق: ج ۵، ص ۴۳۲
۸۹۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص ۲۵۹
۹۰۔ الفتاوی الہندیہ: ج ۳، ص ۴
۹۱۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص ۲۶۷
۹۲۔ الفتاوی الہندیہ: ج ۳، ص ۴
۹۳۔ بدائع الصنائع: ج ۵، ص ۲۵۹
۹۴۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: ص: ۳۳۴۹
۹۵۔ الفتاوی الہندیہ: ج ۳، ص ۴
۹۶۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: ص ۳۵۱۶
۹۷۔ مجیب اللہ ندوی، اسلامی فقہ: ج ۲، ص ۳۱۶
۹۸۔ نصب الرایہ: ج ۴، ص ۱۵
۹۹۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۴، ص ۳۳۱۲
۱۰۰۔ مجلۃ الاحکام العدلیۃ: مادہ ۳۰۵
۱۰۱۔ المغنی: ج ۶، ص ۳۸
۱۰۲۔ الفقہ اسلامی وادلتہ، ج ۴، ص: ۳۱۲۳
۱۰۳۔ مجلۃ الاحکام العدلیۃ: مادہ ۳۲۰
۱۰۴۔ الدارقطنی: کتاب البیوع، حدیث نمبر ۸
۱۰۵۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج ۴، ص: ۳۱۱۶